فقدان عمل کی خوفناک غلطی

(از مولوی عبدالخبیر صاحب رحمانی ہوگلوی)

آج موجودہ دور میں اہل مغرب کی تقلید میں اہل مشرق بھی مذہب سے بیزار ہو رہے ہیں اور الحاد و دہریت کی شاہراہ پر گامزن ہیں انکو مذہب سے تقریباً بالکل بے رغبتی اور نفرت ہو رہی ہے۔ مذہب کو محض فضول تصور کرنے لگے ہیں۔ خصوصاً ہمارا نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ۔ ان کا مقولہ ہے کہ مذہب ترقی و عروج کیلئے سد سکندری ہے۔ جب تک اسکا قلع قمع نہ کیا جائے ہمکو حصول آزادی میں ہمیشہ ناکامیابی ہوتی رہیگی۔ کاش ہمارے نوجوان بھائیوں کی ترتیب خالص مغربی ماحول و اصول پر نہ ہوتی اور ان کو اسلامی تواریخ سے کچھ واقفیت ہوتی اور اسلامی قوانین پر نظر عمیق دوڑاتے۔ تو کبھی اس قسم کے الفاظ ہرگز نہ کہتے اور نہ ان کو مذہب اسلام حصول آزادی میں سد سکندری نظر آتا۔ مذہب اسلام تو یہ کہتا ہے اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ۔ سوائے اس ملک الملک کے اور کسی کی حکومت نہیں ہے۔ اسلام اعلان کرتا ہے ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون۔ اللہ پاک نے اپنے پیارے رسول محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہدایت اور سچا دین دیکر بھیجا ہے تاکہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ کافروں کو برا معلوم ہو۔ اس سے بڑھکر اور کیا ترقی ہو سکتی ہے؟ اگر قصور ہے تو ہمارا نہ کہ مذہب اسلام کا۔ کیا ان کو جنگ بدر کا وہ عظیم الشان واقعہ یاد نہیں؟ جس میں صرف اسلامی اور مذہبی جوش و جذبہ میں آکر ہزارہا سلاح پوش کفار سے نہتا مقابلہ کیا گیا اور شاندار فتح ہوئی۔ کیا ان کو خلافت راشدہ خصوصاً حضرت عمر فاروقؓ کی عالمگیر فتوحات یاد نہیں؟ جبکہ صرف مذہبی نشہ میں مخمور ہو کر دنیا کے ہر گوشہ میں اسلام چمکا۔ کیا وہ نوجوان محمد بن قاسم اور محمد غوری کا واقعہ بھول گئے؟ جنہوں نے صرف یثربی ولولوں سے متاثر ہو کر سندھ اور ہند کو فتح کیا۔ ہاں اموی و عباسی خلافت اسپین و مصر کی حکومت کی ترقیاں تاریخ کے ناظرین کو آج تک محو حیرت نہیں کرتیں؟ پھر بتاؤ! یہ سب کیا تھیں؟ کیا ان کو مذہب نے کبھی ترقی و عروج سے روکا ہے؟ ہرگز نہیں! بلکہ مذہب ہی ایک ایسا آلہ ہے جس نے ان کو ترقی کے بام عروج تک پہونچا دیا تھا۔ بلاشبہ مذہبی جوش و جذبہ سے ہی انسان دنیا کو فتح کر سکتا ہے اور ترقی کے مدارج اعلیٰ پر پہنچ سکتا ہے۔ یاد رہے موجودہ مطلق العنانی میں ترقی پنہاں نہیں بلکہ خواری اور رسوائی ہے مذہب انسان کی روحانی غذا ہے۔ جسطرح جسمانی تربیت کی ضرورت پڑتی ہے اسی طرح روحانی تربیت کی بھی ضرورت پڑتی ہے اور روحانی تربیت صرف مذہب سے ہوا کرتی ہے۔ مذہب سے جسکا تعلق یا ربط زیادہ ہوگا اور جو اسکے ہر ہر حکم کی تعمیل کریگا اسکی روحانی تربیت اعلیٰ ترقی پر ہوگی۔ اور اسکو روحانی مراتب میں اعلیٰ درجہ حاصل ہوگا۔ باقی رہا کونسا ایسا مذہب ہے جو انسان کی حقیقی تربیت کر سکے؟ تو صرف اسلام ہی ایک ایسا عالمگیر مذہب ہے جو انسان کی حقیقی و روحانی تربیت و پرورش کر سکتا ہے۔ حیف! صد حیف!! موجودہ مسلمانوں پر خصوصاً ہمارے نوجوان بھائیوں پر۔ جو دن بدن مذہب اسلام سے متنفر ہو رہے ہیں۔ مذہب کو اور اسکے احکام کو ہیچ سمجھتے ہیں اور اسکی توہین میں دریغ نہیں کرتے اور طرہ یہ ہے کہ اس پر مضحکہ اڑایا جاتا ہے کہ "نماز۔ روزہ۔ حج وغیرہ میں اسلام نہیں ہے یہ محض فضول ہے۔ خدا اس ظاہری عمل سے خوش نہیں ہوتا ہے۔ خدا دلکو دیکھتا ہے۔ دل صاف رکھو۔ علم اور گیان و دیا سیکھو خدا اس سے خوش ہوگا۔

میں نے اپنے ایک انگریزی تعلیم یافتہ دوست کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ "نماز حج وغیرہ میں اوقات صرف ہوتے ہیں۔ اتنے عرصہ میں اگر ہم سائنس کے کاموں میں مشغول رہیں یا کسی علمی شغل میں رہیں تو بہت کچھ ترقی کرسکتے ہیں اور خلق کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔" آہ! یہ ہے خالص فرنگی تہذیب کا ثمرہ اور نتیجہ۔ یہ ہے مغربی تعلیم کا زہریلی گیس!! خدا مسلمانوں کو ایسی تہذیب سے کوسوں دور رکھے۔

آج بڑے زور و شور سے کہا جاتا ہے کہ تمنے کوئی جنت کا ٹھیکہ نہیں لیا ہے کہ جسکو چاہو جنت میں داخل کردو اور جسکو چاہو دوزخ میں ٹھونس دو ہم بھی صرف ایمان ہی سے جنت میں بے داغ چلے جائینگے اعمال کے ذریعہ سے نہ ہم جنت میں جاسکتے ہیں اور نہ دوزخ میں۔ مقدر میں جو ہے وہ ہوکر رہیگا۔ تعجب ہے کہ غلط طریقہ سے وہ اپنے دعوی کے ثبوت میں نص قرآنی و حدیث مصطفوی بھی پیش کیا کرتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلک الآیہ یعنی خدا شرک کے علاوہ تمام گناہوں کو معاف کرتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالی کا ارشاد ہے من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ یعنی جس نے شہادت دی کہ سوائے اللہ جل شانہ کے کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کو اسمیں سخت غلط فہمی ہوئی ہے وہ اسکی حقیقت تک نہیں پہنچے۔ نص قرآنی اور حدیث شریف اپنے معنی پر صحیح ہیں وہ صرف ایک ہی آیت اور حدیث کو ظاہری مفہوم پر لئے بیٹھے ہیں محدثین کا قول ہے الحدیث یفسر بعضہ بعضا یعنی بعض حدیث بعض کی تفسیر کرتی ہے۔ اسی طرح آیت قرآنی بھی۔ حدیث شریف میں فقط لا الہ الا اللہ کا ذکر ہے حالانکہ محمد رسول اللہ اور اسی طرح فرشتہ، کتاب، رسل، جنت، دوزخ، قیامت حشر نشر وغیرہ پر بھی ایمان لانا ضروری اور فرض ہے ورنہ وہ کافر ہے۔ مومن کبھی نہیں ہوسکتا۔ اوپر کی حدیث میں صرف لا الہ الا اللہ کا ذکر ہے اور بعض حدیث میں محمد رسول اللہ ہے جو کہ پہلی حدیث کی تفسیر کرتی ہے اسی طرح دوسری حدیث عمل کی فرضیت کی تفسیر کرتی ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ لا الہ الا اللہ جنت میں داخل ہونیکی کنجی ہے اور اعمال صالحہ اس کے دندان ہیں اور انسان کی تخلیق ہی اسلئے ہوئی ہے کہ خدا کی عبادت کرے اور اسکے اوامر اور نواہی کی تعمیل کرے جیسا کہ ارشاد باری ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ میں نے جن اور انسان کی تخلیق صرف اسلئے کی تاکہ وہ میری عبادت کریں۔ ورنہ خدا کی عبادت کیلئے صرف فرشتے ہی کافی تھے۔ خدا کو آزمانا مقصود ہے اسلئے انسان کی تخلیق ہوئی اور اسپر احکامات جاری کئے گئے۔ مذکورہ بالا آیت اور حدیث سے صاف اور بین ظاہر ہوا کہ عمل ہی موجب جنت اور دوزخ ہے۔ بغیر اعمال کے ہم جنت میں نہیں جاسکتے ہیں۔ آگے چلکر ہم اور وضاحت کے ساتھ اسکی زیادہ تشریح کرینگے انشاء اللہ تعالی۔

مخالفین حضرات کو چاہیے تھا کہ تمام احادیث اور قرآن پر نظر عمیق دوڑاتے۔ لیکن افسوس! انہوں نے صرف ایک ہی حدیث کو اپنا سہارا بنایا ہے۔ اسلئے انکو غلط فہمی ہوئی اور سخت غلط فہمی ہوئی ہے۔ ہاں اس بات سے ہمیں بھی کوئی انکار نہیں کہ مقدر میں جو کچھ ہے وہ ہوکر رہیگا لیکن مقدر میں جو کچھ ہے وہ دنیا ہی میں اسکے اعمال سے ظاہر ہوتا ہے اور ہوکر رہتا ہے اور اعمال ہی سے اسکے شقی اور سعید ہونیکی علامت پہچانی جاتی ہے یعنی اگر اس کی تقدیر میں شقاوت لکھی ہوئی ہے تو ضرور وہ گناہ کا مرتکب ہوگا اور اسکا خاتمہ اسی پر ہوگا اور اگر اسکی تقدیر میں سعادت لکھی ہوئی ہے تو ضرور وہ نیک اعمال کا عامل ہوگا اور اسکا خاتمہ اسی پر ہوگا جیسا کہ بخاری شریف جلد دوم صفحہ ۷۳۸، میں حضرت علی مرتضی سے مروی ہے کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بقیع الغرقد کے قبرستان میں ایک جنازہ میں شامل تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر کسی کا ٹھکانا جنت اور دوزخ میں لکھا ہوا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی (فداہ ابی و امی) کیا ہم اس پر بھروسہ نہ کریں اور عمل کو ترک نہ کریں؟ آپ نے فرمایا عمل کرو! کیونکہ ہر کسی کے لئے وہ چیز آسان کیگئی ہے

جسکے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے یعنی جو شخص جنتی ہے اسکے لئے جنت اور سعادت کا کام آسان کیا گیا ہے اور وہ کام اس سے ہو کر رہیگا اور جو شخص دوزخی ہے اس کے لئے اہل شقاوت اور دوزخ کا کام آسان کیا گیا ہے اور وہ کام اس سے ہو کر رہیگا۔ پھر آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی فسنیسرہ للیسری واما من بخل واستغنی وکذب بالحسنی فسنیسرہ للعسری الایۃ یعنی جس نے خدا کی اطاعت کی اور منہیات سے کنارہ کشی کی اچھے کلمہ توحید کی تصدیق کی ہم اسکو ہر آسانی کیلئے ضرور آسان کرینگے یعنی اسکو دنیا میں اس نیک خصلت پر آمادہ و مستعد کرتے ہیں جس سے اسکو آخرت میں آرام و راحت ملے اچھے اعتقاد اور نیک عملوں کی توفیق دیتے ہیں اور وہ نیک عمل کرتا رہتا ہے حتی کہ اس کی اجل آپہنچتی ہے اور وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور جس نے بخالت کی مامور بہ سے اور خواہشات نفسانیہ کیلئے نعمت عقبیٰ سے بے پرواہی کی اور اچھی بات توحید کی تکذیب کی ہم اسکو سختی کیلئے آسان کرینگے یعنی اسکو دنیا میں برے اعمال اور اعتقاد کی توفیق دیتے ہیں جس سے وہ برے اعمال کا مرتکب ہوتا ہے اور اسی پر اسکا خاتمہ ہوتا ہے اور وہ جہنم میں داخل ہو جاتا ہے۔ یہ حدیث صاف اور بین دلیل ہے عمل کی۔ اگر عمل کوئی چیز نہ ہوتی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمل کرنے پر تاکید نہیں فرماتے اور صحابہ کرام کے سوال کے جواب میں عمل سے ضرور دستبردار ہونیکو فرماتے لیکن آپ نے بجائے اسکے عمل کی ترغیب دلائی اور اسکو واجب قرار دیا۔ اور خداوند قدوس کا مقصد انبیاء کرام کو مبعوث کرنے سے صرف یہی ہے کہ لوگوں کو آزمائیں اور دیکھیں کہ بندے اپنے پروردگار حقیقی کے احکام کو مانتے ہیں یا ٹھکراتے ہیں اور ہر سلیم الطبع انسان کبھی اس بات کو تسلیم نہیں کریگا کہ مزدور کو بغیر محنت اور مشقت کے اجرت ملتی ہے۔ جو مزدور محنت سے کام کرتا ہے۔ اور متاجر کے کاموں کو کماحقہ سر انجام دیتا ہے۔ تکلیفوں کو جھیلتا ہے اسی سے متاجر خوش ہوتا ہے اور اسکو ہر طریقہ سے خوش کرتا ہے اور انعامات بخشتا ہے نہ کہ سست اور کاہل مزدور کو جو کہ کام نہیں کرتا یا سستی سے کرتا ہے بلکہ مستاجر اسکو ایک دمڑی بھی دینے کیلئے تیار نہیں ہوگا۔ اسکی مثال اور وضاحت کے ساتھ سنئے! مثلاً کوئی وائسرائے یا گورنر یہ قانون نافذ کرے کہ ہماری حکومت میں کوئی پکٹنگ نہ کرے جو خلاف ورزی کریگا اسکا سو روپیہ جرمانہ اور ایک ماہ قید بامشقت یہ قانون نافذ ہونیکے باوجود اگر کوئی رعیت خلاف ورزی کرے۔ تو کیا گورنر اس پر کبھی راضی ہوگا؟ کیا اسکو جیلخانہ نہیں بھیجیگا۔ گرفتار ہونیکے وقت اگر وہ پولیس داروغہ سے یہ کہے کہ حضور! میں حکومت اور آپکا بڑا معتقد ہوں اور آپ لوگوں سے بڑی محبت ہے تو کیا اسکی اس مجنونانہ باتوں پر داروغہ اسکو بری کر دیگا؟ اور اسکو احمق سمجھکر جیلخانہ نہیں بھیجیگا؟ بلکہ ضرور اسکو خلاف ورزی پر قیدخانہ جانا پڑیگا۔ جب دنیا کی معمولی حکومت یا گورنر کا یہ حال ہے تو جو احکم الحاکمین تمام حاکموں کا حاکم تمام گورنروں کا مالک اور آقا ہے جو ہمکو طرح طرح کی نعمتوں سے پالتا ہے۔ کیا اسکا شکر ہم نہ کریں؟ اسکی حکمبرداری نہ کریں؟ کیا وہ اسکے احکام کی عدم تعمیل پر خوش ہوگا؟ کیا وہ بغیر اسکے ہم سے راضی ہوگا؟ ہرگز نہیں!۔ وہ خوش جب ہی ہو سکتا ہے کہ ہم اسکے احکام اور قوانین کو تسلیم کرکے اسکو عملی جامہ پہنائیں اور اس کے احکام کے علمبردار رہیں۔ جنت کے حقیقی وارث وہی لوگ بن سکتے ہیں جو خدا اور اسکے رسول اور بما جاء من عند اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اسکے احکام کے عامل بھی ہیں۔ کما قال اللہ تعالیٰ: تلک الجنۃ التی اورثتموھا بما کنتم تعملون یعنی اس جنت کے جو تم وارث بنائے گئے ہو وہ صرف تمہاری محنت اور مشقت کی بدولت ہے۔ دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے وما کان اللہ لیضیع ایمانکم۔ یعنی خدا تمہاری نماز کو باطل نہیں کرتا ہے بلکہ اسکا ثواب تمہیں ضرور ملیگا۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے وعلی ربھم یتوکلون الذین یقیمون الصلوٰۃ ومما رزقناھم ینفقون اولئک ھم المومنون۔ یعنی خدا پر وہی لوگ توکل کرتے ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور

خدا کی دی ہوئی روزی اور مالوں سے صدقہ خیرات کرتے ہیں وہی لوگ ایماندار ہیں۔ اور ایک مقام میں فرماتا ہے لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی۔ یعنی انسان کو اسکی کمائی ہوئی چیز ہی ملتی ہے اگر اسنے نیکی کمائی تو اسکا بدلہ ملیگا اور اگر برائی کمائی تو اسکا بدلہ ملیگا۔ بخاری شریف میں حضرت ابی ہریرۃ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کونسا عمل افضل ہے؟ آپنے فرمایا ایمان باللہ۔ پھر سوال ہوا کونسا عمل افضل ہے؟ فرمایا خدا کی راہ پر جہاد کرنا۔ سہ بارہ سوال ہوا کہ پھر کونسا؟ فرمایا حج مبرور۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایمان عمل اقرار اور تصدیق کا نام ہے۔ نہ کہ فقط تصدیق اور اقرار کا نام جیسا کہ بعض الناس کا مسلک ہے۔ صحیحین میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبیلہ عبدالقیس کا وفد آیا۔ اور سوال کیا حضور! ہمارے اور آپ کے مابین قوم مضر رہتی ہے جو ہماری سخت دشمن ہے وہ ہمسے اشہر حرام کے علاوہ اور مہینوں میں چھیڑ چھاڑ کرتی ہے۔ اسلئے ہمیشہ آپکی خدمت مبارک میں حاضر نہیں ہوسکتے ہیں۔ آپ کوئی ایسا عمل ہمیں بتلائیے کہ ہم اس پر عمل کریں اور ہمسے جو غائب ہیں ان تلک یہ خبر پہنچا دینگے تاکہ ہم اس پر عمل کرنے سے جنت میں داخل ہونگے۔ راوی کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چار چیزوں کا حکم فرمایا اور چار چیزوں سے منع فرمایا۔ انکو ایمان باللہ وحدہ کا حکم فرمایا اور کہا کہ ایمان کس کو کہتے ہیں معلوم ہے؟ انہوں نے کہا اللہ اور اسکے رسول زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپنے فرمایا کہ اس بات کی شہادت دینی کہ حقیقی معبود اور پوجنے کے لایق صرف ایک اللہ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسکے رسول ہیں نماز پڑھنی۔ زکوٰۃ ادا کرنی۔ روزہ رکھنا۔ غنیمت سے خمس ادا کرنا۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ ایمان فقط تصدیق اور اقرار کا نام نہیں ہے بلکہ عمل مع تصدیق و اقرار کا نام ایمان ہے اور یہی صحیح مذہب ہے۔ محدثین اور محققین کی یہی رائے ہے۔ ہر شخص کو اپنی کوشش کے مطابق ثواب اور عقاب جزا اور سزا ملیں گے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہوتا ہے لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی۔ یعنی انسان کو اسکی کمائی ہوئی چیز ہی ملتی ہے۔ اگر اسنے برائی کی کوشش کی تو اسکو برائی کا بدلہ ملتا ہے اور اگر نیکی کی کوشش کی تو اسکو نیکی کا بدلہ ملتا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِيْنَ۔ یعنی تیرے رب کی قسم ہم تمام لوگوں سے انکے اعمال کے متعلق پوچھیں گے۔ آگے چلکر ایک جامع مانع آرڈیننس جاری فرماتا ہے۔ جس سے تمام شبہات اور جھگڑے ختم ہوجاتے ہیں۔ فرماتا ہے فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ یعنی جو شخص ذرہ برابر بھی خیر کریگا اسکو دیکھیگا اور جو شخص ذرہ برابر بھی برائی کرے گا اسکو دیکھیگا۔ یعنی نیکی اور بدی کا پھل آخرت میں ضرور چکھیگا۔ اب ہر ذی عقل اور صاحب طبع پر یہ امر مخفی نہیں کہ عمل بھی کوئی چیز ہے۔ عمل ہی پر جنت اور دوزخ کا دارومدار ہے۔ ہمارے سردار دوجہاں احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم التحیہ والسلام باوجود معصوم اور مغفور ہونیکے خشیت الہی سے ہمیشہ زار زار ہوتے تھے اور خدا کی حکمبرداری میں شب و روز لگے رہتے تھے۔ ہمارے آقائے نامدار حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ حضور! آپ معصوم و مغفور ہیں آپ کو عبادت و ذکر، بندگی کی کیا ضرورت؟ آپ اسکو سنکر سخت برافروختہ ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہم پر طرح طرح کی نعمتیں اور احسانات برساتا رہتا ہے ہمکو قسم قسم کی روزیوں سے پال رہا ہے کیا ہم اسکے شکر گذار نہ بنیں؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خصوصاً عشرہ مبشرہ خدا کی خشیت سے لرزتے تھے ہمیشہ ڈرتے تھے کہ کہیں انکا اعمال ضبط نہ ہوجائیں۔

اطلاع پریس والوں کی غفلت سے "الحزب المقبول" کی اشاعت میں تاخیر ہوگئی ہے جن حضرات نے فرمائشیں ارسال فرمائی ہیں وہ مطمئن رہیں کتاب طیار ہوتے ہی فوراً روانہ کردی جائیگی۔ (نائب مدیر)